مواعظِ اختر نمبر ۱۷



لذتِ دردِ محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اداره تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



لذتِ دردِ محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جُملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: لذتِ دردِ محبت

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج الملت والدین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد نماز فجر

مقام: جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ (برمکان مولانا اقبال صاحب)

موضوع: محبتِ الٰہیہ کی لذت، صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت، حالات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

اشاعتِ دوم: محرم ۱۴۳۸ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۶ء

ناشر: ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

  

فہرست

عنوانات **صفحہ نمبر**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لذتِ دردِ محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے کا راز

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

﴿فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ○﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۵۲)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ ذکر کی نسبت اللہ سے ہے اور شکر کی نسبت مخلوق سے ہے جیسے دوسری آیت میں ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۹۱)

اس آیت میں ذکر کا تعلق خالق سے ہے اور فکر کا تعلق مخلوق سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرو اور اس کی مخلوق میں غور وفکر کرو۔ ذکر سے روشنی آتی ہے، اس روشنی میں پھر آسمان وزمین میں اللہ نظر آتا ہے ورنہ سائنسدانوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ انہیں آیات سے حدیث پاک کا کلامِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتبس ہے کہ:

((تَفَکَّرُوْا فِی الْخَلْقِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی الْخَالِقِ فَاِنَّکُمْ لَنْ تَقْدِرُوْہُ

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ) فَاِنَّکُمْ لَنْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ ج۲۷ص۹۶ و ج۱۷ص۲۶۱)

اللہ کی مخلوق میں تو غور وفکر کرو لیکن اللہ کی ذات میں غور وفکر مت کرو کیونکہ اللہ کی غیر محدود ذاتِ پاک کا احاطہ تم اپنی عقل میں نہیں لا سکتے۔

کمالات کو اپنے مجاہدات کا انعام سمجھنا نالائقی ہے

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صوفی جو یہ کہتے ہیں کہ صاحب! ہم نے بڑے مجاہدات کئے ہیں تب خدا نے ہم کو یہ دیا ہے، ایسے ہی مفت میں تھوڑی دیا ہے، ایسا نہ کہنا چاہیے:

((اِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّيْنَ مِنَ الصُّوْفِيَاءِ وَالسَّالِكِيْنَ يَنْسِبُوْنَ كَمَالَاتِهِمْ اِلٰى مُجَاهَدَاتِهِمْ فَهٰذَا عَيْنُ الْكُفْرَانِ))

(تفسیر بیان القرآن: سورۃ ابراھیم، آیۃ ۷، ج ۲ ص ۳۰۵)

بعض صوفیاء اور سالکین اپنے کمالات کو جو محض اللہ کی عطا ہیں ان کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرتے ہیں، یہ نعمتوں کی ناشکری ہے کیونکہ ہمارا مجاہدہ ناقص ہے، قابلِ مواخذہ ہے، اللہ تعالیٰ کی غیر محدود عظمتِ الٰہیہ کا حق ہمارے مجاہدات سے ادا نہیں ہوسکتا لہٰذا یہ کہو کہ اے خدا! آپ کے کرم نے بلا استحقاق ہمیں عطا فرمایا ہے، ہمارا کوئی عمل اس قابل نہیں ہے، یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی جنت میں اپنے عمل سے نہیں پہنچیں گے، اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

((لَا يُدْخِلُ اَحَدًا الْجَنَّةَ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّرَحْمَةٍ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب القصد والمداومۃ علی العمل، ج ۲ ص ۹۵۷)

میری مغفرت بھی اللہ کی رحمت سے ہوگی، تو اس مضمون کا مراقبہ بہت مفید چیز ہے کیونکہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خوب عبادت کی توفیق دی، اللہ والوں کی صحبت میں رہنے کی توفیق دی تو شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ چونکہ تم نے

بہت صحبت اٹھائی ہے اس لئے ایسا ہوا ہے اگرچہ اللہ والوں کی صحبت الگ نعمت ہے، یہ بھی حق تعالیٰ کا کرم ہے کہ انہوں نے ہمیں بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی توفیق دی اور جو عنایات وکمالات اللہ پاک نے عطا کئے وہ بھی ان کا کرم ہے لہٰذا ان کی عطا کردہ ہر نعمت پر یہ کہو کہ اے خدا! آپ کے اس کرم کا سبب محض آپ کا کرم ہے، اس رحمت کا سبب محض آپ کی رحمت ہے، ہمارا مجاہدہ اس کا سبب نہیں ہوسکتا، رحمت کا سبب آپ کی رحمت ہے اور کرم کا سبب آپ کا کرم ہے۔

رزق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی عقل سے، اپنے تجربہ سے کمایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارا رزق ہمارے فضل سے ہے، تمہاری عقل سے نہیں ہے لہٰذا اللہ نے رزق کا نام ہی فضل رکھ دیا، قرآن پاک میں ہے کہ:

﴿فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ﴾

(سورۃ الجمعۃ: آیۃ ۱۰)

اللہ کا فضل تلاش کرو، اللہ تعالیٰ نے روزی کا نام ہی فضل رکھ دیا، اسی لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت کی درخواست تعلیم کی گئی ہے کہ یہ کہو:

((اَللّٰھُمَّ افۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ص۶۸)

لیکن مسجد سے نکلتے وقت فضل کی درخواست کی تعلیم دی گئی ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ص۶۸)

محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فضل کی شرح رزق حلال سے کی ہے کہ اب اپنے ناشتہ پانی کے لئے میری روزی میرا فضل مانگو کیونکہ تم اپنے بواطن میں میرے انوار حاصل کرچکے ہو، اب اپنے بطون میں میرا رزق داخل کرو تا کہ تم

عبادت کے قابل بن سکو ورنہ بھوکے پڑے رہو گے تو گھر سے مسجد نہ آسکو گے۔

معراج میں اَلتَّحِیَّاتُ عطا ہونے کا واقعہ

اور مسجد میں داخلے کے وقت رحمت کی تعلیم کیوں دی؟ اس کا راز یہ ہے کہ عرشِ اعظم پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حالتِ معراج میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ اے خدا! میری قولی عبادتیں آپ کے لئے خاص ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب عنایت فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سلام ہو اے نبی آپ پر، آپ مجھے اپنی قولی عبادت پیش کر رہے ہیں تو میری طرف سے قولی سلام لیجیے، پھر عرض کیا وَ الصَّلَوٰتُ، میری بدنی عبادتیں آپ کے لئے ہیں تو اس کے بدلے میں اللہ نے فرمایا: وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ آپ کی بدنی عبادت کے بدلے آپ پر میری رحمتیں نازل ہوں، پھر عرض کیا وَ الطَّیِّبَاتُ اور میرا سب مال آپ پر فدا ہو، میری مالی عبادت بھی آپ ہی کے لئے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ بَرَکَاتُهٗ اے نبی! میری برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان تین عبادات کے بدلے میں فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُهٗ۔ سلام اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے، اس کے معنیٰ ہیں:

((اَلَّذِیْ یُسَلِّمُ عَلٰی اَوْلِیَآئِهٖ فَیَسْلَمُوْنَ مِنْ کُلِّ مُخَوِّفٍ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)؛ سورۃ الحشر؛ ج۲۸ ص۳۵۷)

جو خود بھی سلامت رہے اور اپنے دوستوں کو بھی سلامت رکھ سکے، وہ دوست نہیں ہے کہ دوست پِٹ رہا ہے یا ڈاکو گھسے ہوئے ہیں اور پڑوس والا دوست جھانک رہا ہے، کچھ مدد کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ تو اللہ کی شان یہ ہے کہ ان کے دوست ہر مخوِف سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ مخوِف، مخوَّف کر دیا جاتا ہے، دھمکی دینے والے کو دھمک دیا جاتا ہے۔ لہٰذا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام امت کو اس رحمت میں شامل کرنے کے لئے جو آپ کو معراج میں ملی تھی، ہمیں یہ تعلیم دی کہ

مسجد میں داخل ہوتے وقت تم بھی اللہ سے یہ رحمت مانگ لو، نیز مسجد میں داخل ہوتے وقت بلند آواز سے درود شریف بھی پڑھنا چاہیے، مثلاً:

((بِسْمِ اللّٰهِ-وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ. هٰكذا رواه الترمذي و احمد و ابن ماجة بالفاظ مختلفة))

(مشكوة المصابيح: (قديمي)، باب المساجد و مواضع الصلوة، ص ۷۰)

ہمارا ثواب تو الگ ہے ہی، یہ بات سب کو سکھاؤ تا کہ اہلِ رسومات کی بدگمانی دور ہو کہ ہم لوگ درود و سلام نہیں پڑھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرم دیکھئے کہ آپ نے اپنی امت کو بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہونے دیا اور ہدایت کر دی کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے رہو تا کہ نماز کی اور اللہ کی رحمت کی جو نعمت مجھے معراج میں ملی تھی تو اب تم بھی نماز کے لئے جا رہے ہو تو تم کو بھی وہ رحمت مل جائے، تو یہ رحمت کون سی ہے؟ معراج والی! جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا ہوئی۔ رحمت پر ایک لطیفہ سنئے! دیہاتوں میں ایک بے اصل بات مشہور ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کا نام زبان سے لے لے تو اس کو طلاق ہو جاتی ہے۔ تو ایک دیہاتی عورت کے شوہر کا نام رحمت اللہ تھا اور اس کی بیٹی کا نام خاتون تھا، اس نے جب نماز کے بعد سلام پھیرا تو کہا السلام علیکم خاتون کے ابّا، مارے ڈر کے رحمت اللہ ہی نہیں کہا۔

اور مال خرچ کرنے پر، مالی عبادت کے بدلے اللہ نے وَبَرَكَاتُهٗ فرمایا کہ اے نبی! آپ کی مالی عبادات کا صلہ یہ ہے کہ ہم آپ کے مال میں برکت ڈال دیں گے یعنی آپ کا مال کم نہیں ہوگا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نیک کاموں میں مال دے دیں گے، صدقہ وغیرہ دیں گے تو مال کم ہو جائے گا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے ایک کمرہ میں دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے ہوا آتی ہے اور دوسرے دروازے سے جاتی ہے تو اگر ہوا کی درآمد زیادہ ہے مثلاً نوّے درجہ ہے اور آپ نے خارج ہونے والی ہوا کا دروازہ چالیس درجہ کا رکھا ہے تو ہوا کی آمد بھی

کم ہوجائے گی، جتنے پریشر سے ہوا آئے اتنے ہی پریشر سے جانی چاہیے۔ اسی طرح جتنی آمدنی ہو اسی کے مناسب اللہ پر فدا کرو تو عالمِ غیب سے مزید رزق آئے گا، رزق میں برکت ہوگی، یہ نہیں کہ آمدنی تو ہے ایک لاکھ اور اللہ کے راستہ میں ایک سو روپیہ دے رہا ہے۔

برکت کسے کہتے ہیں؟

اور برکت کے کیا معنی ہیں؟ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:

((اَلْبَرَکَۃُ ثُبُوْتُ الْخَیْرِ الْاِلٰھِیِّ فِی الشَّیْءِ وَالْمُبَارَکُ مَا یُفِیْضُ عَلَیْہِ مِنَ الْخَیْرَاتِ الْاِلٰھِیَّۃِ))

(المفردات فی غریب القرآن للامام راغب الاصفہانی: ج ۱ ص ۱۱۹)

برکت سے مراد اللہ کی رحمت کی بارش ہونے لگے، اور پھر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ کا مال میدانِ محشر میں ٹرانسفر ہوجائے گا، میدانِ محشر میں اپنی کرنسی نقد لے لو بلکہ دس گنا زیادہ لے لو، ایک پر دس کا وعدہ ہے، یہ ہے! اللہ دے اور بندہ لے، سب مالک کا کرم ہے۔

ایک دیہاتی آدمی کا لطیفہ

ایک مولوی صاحب نے گاؤں میں بیان کیا کہ ایک پر دس کا وعدہ ہے تو ایک بخیل سمجھا کہ یہ وعدہ دنیا ہی میں ہے، اس نے دس اشرفیاں بڑی محنت سے پیٹ کاٹ کر جمع کی تھیں، ناشتہ بھی نہیں کرتا تھا۔ اس نے یہ دس اشرفیاں کسی مولوی صاحب، غریب طالبِ علم کو دے دیں اور انتظار کرنے لگا کہ اب دس پر سو کب ملتی ہیں؟ تین دن گذر گئے جب دس کا سو تو کیا ایک بھی نہ ملا تو اس کو غم میں مروڑے لگ گئے اور بار بار دست آنے لگے۔ دیہاتی لوگ پہاڑ پر، گاؤں میں، یا جنگل میں نسبتاً کچھ اونچی جگہ بیٹھ کر پاخانہ کرتے ہیں تو پتھر سے زمین بھی

کریدتے رہتے ہیں کیونکہ ان کا مسلک یہ ہوتا ہے کہ بے کار مباش کچھ کام کیا کر۔ تو زمین کریدتے کریدتے اس کو کچھ پیلا پیلا نظر آیا تب اس کو امید ہوئی کہ شاید اب اشرفیاں ملیں گی۔ اس کے بعد جب اس نے مزید کھودا تو پرانے زمانہ میں کسی نے سو اشرفیاں دفن کی تھیں وہ اس کو مل گئیں، اب وہ اشرفیاں اپنی جیب میں رکھ کر مولوی صاحب کی طرف بھاگا اور مارے خوشی کے استنجاء بھی نہیں کیا۔ وہ مولوی صاحب گاؤں گاؤں جا کر وعظ کرتے تھے تو جس گاؤں میں ان کا وعظ ہو رہا تھا اس گاؤں میں جا کر مولوی صاحب کو پالیا، اس سے صبر نہ ہوا اور درمیانِ وعظ کھڑا ہو گیا کہ مولوی صاحب! آپ بات مکمل بیان کیا کرو، جہاں یہ کہتے ہو کہ ایک پر دس اشرفیاں ملیں گی وہاں ایک جملہ اور بھی کہا کرو: ''مگر دست بھی غضب کے آئیں گے، مروڑے بھی غضب کے لگیں گے۔''
یہ قصہ میں نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں پڑھا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی وجہ

تو دوستو! خالی کتابیں پڑھنے کو کافی مت سمجھو، اہل اللہ کی صحبت سے عشقِ الٰہی بھی حاصل کرو۔

دارالعلوم روح کے جلنے کا نام ہے
دارالعلوم دل کے تڑپنے کا نام ہے

آج مولوی کی اسی لئے قدر نہیں ہے کہ وہ حاملِ عشقِ الٰہی نہیں ہے، دردِ دل وہ عظیم نعمت ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

((مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَكْرٍ النَّاسَ بِكَثْرَةِ صِيَامٍ وَّلَا صَلٰوةٍ وَّلَا بِكَثْرَةِ رِوَايَةٍ وَّلَا فَتْوٰى وَلَا كَلَامٍ وَّلٰكِنْ بِشَيْءٍ وُّقِّرَ فِيْ صَدْرِهٖ ۔ اخرجه الترمذی الحكيم فی النوادر من قول ابی بكر بن عبد الله المزنی ولم اجده مرفوعا))

(تخریج احادیث الاحیاء: المغنی؛ ج ۱ ص ۳۲؛ مرقاۃ المفاتیح: ج ۱۱ ص ۲۷۴، رقم ۶۱۲۰)

کہ میرے صدیق کی جملہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ پر اور میرے صحابہ پر، اور سارے عالم کے انسانوں پر فضیلت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کی روایات زیادہ ہیں یا عبادات زیادہ ہیں یا آپ نے فتوے زیادہ دیئے ہیں بلکہ ان کے سینہ میں ایک دردِ دل ہے کہ ہر وقت سر بکف تھے، ہر وقت اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کے لئے تیار تھے۔ اہل اللہ سے یہی درد حاصل کرو، اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ عبادت سے کام نہیں بنے گا، بعض لوگ وظیفے زیادہ پڑھتے ہیں، نفلی عبادات، حج و عمرہ کی بہت فکر ہوتی ہے لیکن شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میاں! وظیفوں سے خدا نہیں ملتا، اس دردِ دل سے ملتا ہے کہ جان ہر وقت اللہ پر فدا رکھو، یہ نہیں کہ جہاں گناہ کا معاملہ آتا ہے وہاں تسبیح در جیب اور نظر بر حسین۔ تسبیح پڑھتے پڑھتے جیب میں رکھ لی کہ بھئی تسبیح کی حالت میں عورتوں کو دیکھنا خلافِ ادب ہے لہٰذا پہلے تسبیح جیب میں رکھ کر پھر اطمینان سے دیکھتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

اس لئے اگر اللہ کو دل میں لانا ہے اور ولی اللہ بننا ہے تو تقویٰ اختیار کرو۔ یاد رکھو! ہم آج بھی صدیقین کے درجہ تک پہنچ سکتے ہیں، صرف نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے، صدیقیت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور صدیقین شہداء سے افضل ہوتے ہیں:

﴿مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ﴾

(سورۃ النسآء: آیۃ ۶۹)

کیونکہ صدیقین ساری زندگی کارِ نبوت انجام دیتے ہیں جبکہ شہید ایک ہی دفعہ میں جان دے دیتے ہیں، اپنی محبت کا حق تو ادا کر دیتے ہیں مگر صدیقین زندہ رہتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سرکاری کام میں لگے رہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اس لئے صدیق کا درجہ شہداء اور صالحین سے زیادہ ہے، جب ہی مقدم فرمایا۔

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَّکَانَ عُمَرَ کی عجیب شرح

دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا فرمایا تھا؟ جنگِ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خونِ نبوت دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج میں کسی کافر کو نہیں چھوڑوں گا۔ بس میان سے تلوار نکال لی اور کافروں کی طرف دوڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا:

((شِمْ سَیْفَکَ وَلَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، ج۵ص ۲۶۴، رقم الحدیث ۱۴۱۶۲)

کہ خبردار! شہادت کی فکر مت کرو، تم شہید ہو کر مجھے اپنی جدائی کا غم دینا چاہتے ہو، تلوار کو میان میں رکھ لو، اپنی جان سے مجھے جدا مت کرو۔ معلوم ہوا کہ نبوت کی حیات صدیق کی حیات کے لئے مشتاق ہوتی ہے، ایک اور حدیث ہے:

((لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَّکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب مناقب عمر، ص۵۵۷)

یہاں بعض لوگ نَبِیًّا پڑھ دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں بَعْدِیْ جب ظرف آ گیا، جب کَانَ کے متعلقات کَانَ سے متصل آئیں تو کَانَ کا اسم مرفوع مؤخر ہو جائے گا اور جب اِنَّ کے متعلقات مثلاً جار مجرور پہلے آئیں تو اِنَّ کا اسم منصوب مؤخر ہو جائے گا، جیسے اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا یہ سِحْرٌ نہیں ہے، اسی طرح اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃً، اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً پڑھو، آج کل بہت سے علماء گھبرا کر فِتْنَۃٌ، حِکْمَۃٌ پڑھ دیتے ہیں، جب اِنَّ کے متعلقات مثلاً جار مجرور پہلے آئیں تو اِنَّ کا اسم منصوب مؤخر ہو جائے گا۔ اسی طرح لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ پڑھنا چاہیے کیونکہ کَانَ کا اسم مرفوع مؤخر ہو گیا۔

اس پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب صدیقِ اکبر کا درجہ حضرت عمر سے زیادہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا

کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ابوبکر صدیق ہوتے، حضرت عمر کو کیوں فرمایا جبکہ وہ خلیفہ دوم ہیں۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق تو بَعْدِیْ میں شامل ہی نہیں تھے، وہ تو ذاتِ نبوت میں فنا ہو چکے تھے، وہ حضور ﷺ سے الگ نہیں تھے جیسے دودھ میں چینی گھل جائے تو چینی دودھ سے الگ نہیں ہوسکتی، اب چینی کو الگ بیان نہیں کرسکتے کہ یہ چینی ہے کیونکہ اب چینی کی اپنی ذات دودھ میں گم ہوگئی ہے۔ تو سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فانی فی النبوۃ تھے، اس لئے آپ نے ان کو بَعْدِیْ نہیں فرمایا۔ آہ! کیا باتیں ہیں ہمارے اکابر کی! بعض وقت اپنے اکابر کے لئے دل سے یہی نکلتا ہے اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ۔

حضور ﷺ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر بے ہوش کیوں ہوئے؟

اب دیکھئے! غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ بے ہوش ہو گئے تھے:

((فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَ بِحِرَاءٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ))

(تفسیر جلالین: (قدیمی)؛ پ۲۷ سورۃ النجم، آیۃ ۷، ص۴۳۷)

اس پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کہاں شانِ رسالت ﷺ اور کہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تو خود فرماتے ہیں کہ میں سدرۃ المنتہی سے آگے نہیں جاسکتا، میرے پَر جل جائیں گے، یہ آپ ﷺ ہی کا حوصلہ، آپ ہی کی روحانیت ہے کہ آپ سدرۃ المنتہی سے بھی آگے جاسکتے ہیں۔ تو پھر آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر کیوں بے ہوش ہو گئے؟ یعنی اپنے سے کم رتبہ والے کو دیکھ کر کیوں بے ہوش ہو گئے؟ تو اس کا جواب مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے، یہ عجیب و غریب جواب ہے، اس کو سن کر مست ہو جاؤ گے، فرماتے ہیں کہ دیکھو! ایک حسین ہے جس نے کبھی اپنا حسن نہیں دیکھا، ایک دن اس کو آئینہ مل گیا تو

آئینہ میں اپنا ہی حسن دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔

غش کھا کے گر گیا تھا وہ آئینہ دیکھ کر

خود اپنے حسن ہی سے وہ بے ہوش ہوگیا

توحضرت جبرئیل علیہ السلام کے آئینۂ ملکوتیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حسنِ نبوت نظر آیا، کافروں کے آئینہ میں، کفارِ قریش کے آئینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حسنِ نبوت کیا نظر آتا؟ کہئے جناب! یہ ہمارے اکابر کا علم کیسا ہے؟ یہ علم عجیب وغریب تو ہے لیکن الحمد للہ ہم غریب نہیں ہیں کیونکہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس ہمارے باپ دادا کی میراث ہے اور مجھ کو اسے بیان کرنے میں بہت مزہ آتا ہے۔

(میر صاحب نے پوچھا حضرت! یہ عُمَرَ جو ہے کیا یہ کَانَ کی خبر ہے؟)

فرمایا: یہاں ھُوَ، لَکَانَ کا اسم ہے اور لَکَانَ کی وجہ سے عُمَرَ خبر منصوب ہے مگر چونکہ غیر منصرف ہے لہٰذا اسے عُمَرًا نہ پڑھ دینا۔ یہ ہمارے میر صاحب جو ہیں انہوں نے نہ ہدایۃ النحو پڑھی ہے نہ کافیہ لیکن تفسیر روح المعانی دیکھتے ہیں، ہمارے سارے حوالے خود تلاش کرتے ہیں، لوگ بھی حیران ہوتے ہیں کہ انہوں نے نہ تو شرح وقایہ پڑھی ہے نہ ہدایہ اور نہ کوئی اور درسی کتاب پھر بھی عربی کتابیں دیکھتے ہیں۔ بس ہم نے ان کو عربی قواعد پڑھا دیئے اور کچھ منتخب حدیثیں پڑھا دیں، ماشاء اللہ! ان کی گاڑی چل پڑی۔ (اس پر میر صاحب نے عرض کیا کہ یہ سب حضرت کی کرامت ہے، میں خود حیرت میں ہوں۔)

حضرت والا دامت برکاتہم کی قواعدِ نحو میں مہارت

اللہ تعالیٰ کا بہت ہی فضل وکرم ہے، بہت فضلِ عظیم ہے۔ دیکھئے! تصوف کے ساتھ علمِ دین کی نعمت جو ہے یہ کم جمع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے رب نے مجھے تصوف کے ساتھ علمِ دین سے بھی نوازا ہے کہ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں تو میرا ہر وعظ آپ دیکھیں مدلل ہے یعنی حوالہ میں صفحہ فلاں،

جلد فلاں تک درج ہے کہ فتح الباری یا عمدۃ القاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی فلاں جلد کا فلاں صفحہ۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے، جبکہ میں نے کبھی میزان تک بھی نہیں پڑھایا ہے، سن لیجیے اس کو، میں نے کسی مدرسہ میں نہیں پڑھایا لیکن جو دس سال سے شرح جامی پڑھا رہے ہیں ان کو جب میں نے مستثنیٰ کے قواعد پڑھائے تو انہوں نے کہا کہ آج یہ قواعد میں خود سمجھا ہوں ورنہ نہ میں سمجھتا تھا نہ میرے شاگرد اور شرح جامی ختم کرا دیتا تھا۔ میری کتاب ہے ''تسہیل قواعد النحو'' وہ آپ لوگ ضرور دیکھیں بلکہ یہاں انگریزی میں ترجمہ کر دیجئے، بہت آسان ہے، اس میں مستثنیٰ کی طویل بحث کو ہم نے پانچ سطروں میں لانے کی کوشش کی ہے، اور پھر طالب علم مرتے دم تک مستثنیٰ غلط نہیں پڑھے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک عرب سے میری گفتگو ہوئی تو وہ جملہ غلط پڑھ رہے تھے، گیارہ سے ننانوے تک کو بجائے مفرد منصوب کی تمیز کے جمع منصوب کی تمیز لاتے تھے، جیسے رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ مَسَاجِدًا بول رہے تھے حالانکہ رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ مَسْجِدًا کہنا چاہیے تھا، یہاں مسجد کی جمع مساجد نہیں بول سکتے لیکن انہوں نے عقل سے سوچا کہ جب عدد جمع ہے تو چیز بھی جمع بولنا چاہیے۔ میں نے ان کو بتایا کہ ایک اور دو کی تمیز نہیں آتی اَلْوَاحِدُ وَالاِثْنَانِ لَا تَمِيْزَ لَهُمَا اور تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے، جیسے رَأَيْتُ عَشَرَ رِجَالٍ ہم نے دس آدمیوں کو دیکھا، رَأَيْتُ عَشَرَ مَسَاجِدَ پھر گیارہ سے ننانوے کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے جیسے رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا، لِيْ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً اور سو سے الیٰ غیر النہایہ تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے رَأَيْتُ مِأَةَ رَجُلٍ ہم نے سو آدمی دیکھے، یہاں رِجَالٍ نہیں بول سکتے۔ تو اس تفصیل سے وہ اتنا خوش ہوا کہ اس نے کہا کہ آپ کی اس موضوع پر کوئی کتاب ہے؟ تو میں نے اس کو اپنی کتاب کا بتا دیا (تسہیل قواعد النحو) اور اس سے کہا کہ اگر تم اس کا عربی زبان میں ترجمہ کر دو تو بہت مفید ہوگا۔

مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر سبزہ نہ ہونے کا راز

میرا صبح کا معمول ہے کہ میں باہر نکل کر تازہ ہوا لیتا ہوں کیونکہ بزرگوں کا قول ہے کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا اور صبح صبح درخت آکسیجن نکالتے ہیں اور شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں، اسی لئے شام کو جنگل یا درخت کے پاس نہیں سونا چاہیے کیونکہ یہ مضرِ صحت ہوا خارج کرتے ہیں، صبح کے وقت ان کی ہوا صحت بخش ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے پہاڑوں پر درخت رکھے ہی نہیں کہ دن کو تو میرے بندے آکسیجن لے لیں گے مگر شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے ڈر کے مارے کعبہ چھوڑ کے بھاگ جائیں گے تو اللہ نے وہاں کے پہاڑوں پر درخت رکھے ہی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے کہ اپنے بندوں کو چوبیس گھنٹے اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے ہے، یہ نہیں کہ صبح تو آکسیجن سے صحت مند رہیں اور رات کو ڈاکٹروں کی تحقیق سن کر بھاگ جائیں، کعبہ شریف سے کہیں دور جا کر سوئیں کیونکہ درختوں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ نکلتی ہے، یہ دلیلِ محبتِ الٰہیہ ہے کہ میرے بندے ہر وقت میرے پاس رہیں اور ان کو قدرتی آکسیجن ملتی رہے اور وہاں کی قدرتی آکسیجن اتنی قوی ہے کہ شام اور دیگر سرسبز علاقوں کے بڑے بڑے کفار صحابہ کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکے۔

اور وہاں کے پہاڑوں پر درختوں کے نہ ہونے کا ایک فائدہ اور ہے کہ اگر سبزہ اور درخت ہوتا تو حج کے زمانہ میں قربانی کے جانوروں کی آنتوں اور اوجھڑی وغیرہ جو وہاں پہاڑوں پر پھینک دیتے ہیں تو ان کی رطوبت کی وجہ سے جراثیم پیدا ہوتے اور حج کے زمانے میں کالرہ پھیل جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں پہاڑوں پر سبزہ پیدا ہی نہیں کیا چنانچہ دھوپ میں پہاڑ گرم ہوکر بالکل آگ ہوجاتے ہیں اور سارے جراثیم ختم ہوجاتے ہیں۔ اور تیسرا راز میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا کہ اگر ہم مکہ شریف کے پہاڑوں پر درخت اور

باغات لگا دیتے اور مکہ مکرمہ کا جغرافیہ کشمیر وغیرہ جیسا ہو جاتا تو حاجی لوگ ہمارا گھر چھوڑ کر کیمرہ لے کر وہاں کے پہاڑوں پر پڑے پکنک مناتے رہتے لہٰذا ہماری محبت کا تقاضا ہوا کہ میں اپنے بندوں کو کہیں جانے نہ دوں، اپنے سے لپٹا کر رکھوں، انہیں پیار کرتا رہوں۔ دیکھا اللہ تعالیٰ کا جغرافیہ! اپنا گھر یعنی کعبہ شریف ایسی جگہ بنایا کہ حاجی جتنے آئیں وہ پکنک منانے کی وجہ سے ہم کو چھوڑ کر نہ جائیں، ان کو کعبہ یعنی میرے گھر میں ہی سب پکنک نظر آئے اور میری تجلیات اور میرے گھر میں ہی مست رہیں۔

مسلمانوں کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے راز

ایک اور بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ہجرت کیوں کروائی؟ اپنے پیغمبر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت اللہ اور زم زم کے پانی سے محروم کرنا بظاہر عجیب لگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ کا ثواب چھڑوا کر پچاس ہزار کے ثواب والی جگہ پر کیوں بھیجا؟ اور ایسا بھیجا کہ فتح مکہ کے بعد بھی ان کو وہاں رہنے کی اجازت نہیں دی، اس میں کئی راز ہیں جو عرض کرتا ہوں:

ہجرت کا پہلا راز: سنئے کہ ہجرت کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام کو یہ نعمت بخشی کہ وطن کوئی چیز نہیں ہے، تمہارا وطن وہی ہے جہاں ہم خوش ہوں ؎

شہرِ تبریز ست و شہرِ شاہِ من
پیشِ عاشق این بود حبّ الوطن

وطن عاشقوں کا کہاں ہے؟ جہاں ان کا محبوب رہتا ہے۔ ایک معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ اے میرے عاشق! پردیس میں تو نے ہزاروں شہر دیکھے ؎

گفت معشوقے بہ عاشق اے فتیٰ
تو بہ غربت دیدئی بس شہرہا

تجھے کون سا شہر سب سے اچھا لگا؟

پس کدامین شہر زاں ہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

اس نے جواب دیا کہ وہ شہر کہ جہاں میرا محبوب رہتا ہے۔ تو عاشقوں کا شہر وہی ہے جہاں اس کا محبوب رہتا ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ وطن کچھ نہیں ہے، جہاں ہم خوش رہیں وہی تمہارا اصلی وطن ہے۔ جب ہم میدانِ عرفات میں اپنا پڑاؤ خیمہ لگا دیں تو اس وقت تم کعبہ بھی چھوڑ دو، ہمارا گھر بھی چھوڑ دو، تم بھی عرفات میں اپنا پڑاؤ لگاؤ، ہمارے حکم کے آگے ہمارا گھر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی حاجی کعبہ سے لپٹا رہے کہ میں اللہ کا گھر نہیں چھوڑوں گا، عرفات، منیٰ اور مزدلفہ نہیں جاؤں گا، یہیں رہوں گا تو کیا اس کا حج ادا ہوگا؟ لہٰذا اللہ نے یہاں یہ دکھا دیا کہ جہاں ہم ہیں وہیں ہمارا گھر ہوگا، جس نے ہم کو راضی رکھا اس کا عجم بھی بیت اللہ ہے، جب کعبہ والے کو ساتھ رکھ رہا ہے تو اللہ کے سامنے کعبہ کیا ہے؟ اور جو اللہ کو ناراض رکھے ہوئے ہے تو وہ کعبہ کے اندر رہ کر بھی کعبہ سے دور ہے، کعبہ میں ہے اور طواف میں تمام لڑکیوں کو دیکھ رہا ہے، بتاؤ وہ کعبہ میں ہے مگر کعبہ سے دور ہے یا نہیں؟ اسی طرح جب عرب ممالک میں اسکول کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو وہاں کے اسکول کے طلبہ پکنک منانے نہیں جاتے، وہ طواف کرتے ہیں، عمرہ کرتے ہیں، کیا اللہ کی شان ہے۔ اب کوئی امرد پرست وہاں ان لڑکوں کو دیکھے تو یہ شخص وہ خبیث ہے جو کعبہ میں رہ کر کعبہ والے کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔

حرمین شریفین میں نظر کی حفاظت کا مراقبہ

اسی لئے میں جب عمرہ کے لئے جاتا ہوں تو یہی ایک سبق دیتا ہوں کہ جب کعبہ میں رہو تو کسی عورت اور لڑکے کو مت دیکھو، یہ سمجھو کہ یہ اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان کی اہانت میزبان اپنی توہین سمجھتا ہے، جیسے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے خبیثوں سے فرمایا تھا:

﴿قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝﴾

(سورة الحجر: آية ٦٨)

دیکھو! یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رسوا نہ کرو، مہمان کی رسوائی کو پیغمبر نے اپنی رسوائی فرمایا۔ تو اللہ کے گھر میں کسی لڑکی یا لڑکے کو دیکھنا گویا کہ اللہ کے ساتھ اہانت کا معاملہ ہے۔ سوچ لو! عذابِ عظیم کا خطرہ ہے لہٰذا جب اچانک کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر بچا کر دل میں کہو کہ اے خدا! یہ عورت میری ماں سے بہتر ہے، وہ شخص کتنا خبیث ہوگا جو اپنی ماں سے بدنظری کرتا ہو۔ اور ایسے ہی کوئی خوبصورت لڑکا نظر آجائے تو یہ کہو کہ اے خدا! یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے کہ مدینہ پاک کا اور آپ کا مہمان ہے۔

میں جب یہ تقریر کرتا ہوں تو بڑے بڑے حاجی صاحبان اور علمائے دین میرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آج تمہاری اس تقریر سے ہمارا حج مزیدار ہوگیا، تقویٰ کے ساتھ ہوگیا، اور جو وہاں حرم میں لڑتا ہے تو پھر وہ ساری زندگی محبت سے محروم کردیا جاتا ہے، وہ اپنے ملک میں آکر بھی محبت نہ کرسکے گا اور وہاں جس کا تقویٰ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر سمجھ لو کہ اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے اس کو اپنے ملک میں بھی تقویٰ نہیں ملے گا۔ اس لئے کم سے کم حج اور عمرہ کے زمانے میں ایک بھی گناہ نہ کرو، خاص کر آنکھوں سے تقویٰ سے رہو تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ملکوں میں بھی تقویٰ سے رہنے کی توفیق دے گا کہ اس بندہ نے ہمارا احترام کیا، اب اس کو اس کے ملک میں بھی یہ نعمت دے دو۔

ہجرت کا دوسرا راز: اللہ نے اپنی رزاقیت کا اعتماد بحال کیا ہے کہ کیا تمہیں ہم پر بھروسہ نہیں ہے کہ اپنی دکان سے چپٹے ہوئے ہو، دکان چھوڑو، دروازۂ رزق کو چھوڑو، رزق کے اسباب چھوڑو اور رزاق کو مدینہ شریف اپنے ساتھ لے جاؤ، دیکھیں کیسے بھوکوں مرتے ہو۔ لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب دکان، تجارت

چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے، کس قدر عظیم الشان توکل تھا اور وہاں سب کے سب روزی میں لگ گئے، ماشاءاللہ کسی کو کوئی کمی نہیں ہوئی۔

ہجرت کا تیسرا راز: غیر اللہ سے نظر ہٹ کر اللہ ہی پر نظر ہوگئی، عشق کی تکمیل ہوگئی، محبت کی تکمیل ہوگئی۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو تاکہ تم بھی بے وطن ہو اور شیخ بھی بے وطن ہو، دونوں بے وطنوں پر خدا کو رحم آجائے کہ یہ میری محبت میں مارے مارے پھر رہے ہیں، گھر سے دور، بال بچوں سے دور، کاروبار سے دور، لہٰذا ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ؎

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
مے ہوجاتی ہے تیز غریب الوطنی میں

چنانچہ جب موقع ملے چاہے دو تین ہی دن ہوں، اپنے شیخ کے ساتھ سفر کرو پھر ان شاءاللہ تعالیٰ اس کا فائدہ دیکھنا۔ اگر پیر تو بے وطن ہے اور تم اپنے وطن میں بیٹھے رہو تب بھی فائدہ تو ہوگا مگر تھوڑا ہوگا، اگر مکمل فائدہ چاہتے ہو تو پیر کے ساتھ سفر کرو، شیخ کے ساتھ بے وطن ہوجاؤ کیونکہ بے وطن ہوکر دنیا کی محبت سے دل پاک ہوجاتا ہے، جب صحابۂ کرام کا دل دنیا کی محبت سے دل پاک ہوگیا تو وہ کیسے بے جگری سے لڑتے تھے۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا عشقِ شیخ

تو اس میں بہت بڑا سبق ہے کہ کبھی کبھی اپنے شیخ کے ساتھ اللہ کے لئے سفر کرو۔ الحمد للہ جب میرے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تشریف لاتے ہیں تو پھر میں یہ نیت کرلیتا ہوں کہ کراچی سے خیبر تک جہاں جہاں میرے شیخ جائیں گے ہم بھی حضرت کے ساتھ رہیں گے ان شاءاللہ۔ میں سوچتا ہوں کہ ویسے تو میری کوئی کمائی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے ساتھ رہنے کی اللہ نے مجھے خوب خوب توفیق بخشی ہے کہ الحمد للہ میں نے

اللہ والوں کے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہمیشہ ان پر جان و دل سے فدا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت کو ایئرپورٹ سے کراچی شہر میں آنے کی اجازت نہیں ملی، ہم نے بڑے وسائل استعمال کئے لیکن کامیاب نہیں ہوسکے۔ سب میرے شیخ کو چھوڑ کے چلے گئے اور حضرت والا ایئرپورٹ سے قریب ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ سب جائیں، ہم نہیں جائیں گے، میرا شیخ ہندوستان سے آکر یہاں ایئرپورٹ پر بے وطن ہو اور میں اپنے بال بچوں میں رہوں، یہ غیرتِ محبت کے خلاف ہے چنانچہ میں نے بھی اپنا بستر وہیں لگادیا۔ اب ہر پانچ منٹ بعد ہوائی جہاز کا شور ہوتا، میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! جہازوں کے شوروغل سے مجھے نیند نہیں آرہی ہے، تو حضرت نے اپنا صندوقچہ کھولا اور مجھے روئی دی اور کہا کہ یہ روئی اپنے دونوں کانوں میں ٹھونس لے، پھر دیکھ کیسی مزیدار نیند آتی ہے، بس میں نے کانوں میں روئی لگائی اور الحمدللہ سوگیا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عاشقانہ عبادت کا تذکرہ

اور شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اختر نے سترہ سال اسی طرح گذارے کہ حضرت کو میری غیر موجودگی میں فرمانا پڑا، جس سے فرمایا اس نے مجھے بتایا کہ آج شاہ عبدالغنی صاحب فرمارہے تھے کہ اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پینے والا بچہ اماں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے، آٹھ آٹھ گھنٹے اپنے شیخ کے پاس بیٹھتا تھا۔ یہ نہیں کہ حضرت تو عبادت کررہے ہیں، چلو اب دوستوں سے خوش گپی کی جائے، بات چیت کریں، ہنسیں بولیں۔ ہم اپنی جوانی میں دوستوں کا ہنسنا بولنا جانتے ہی نہیں تھے کیا ہے؟ میرے شیخ جو تلاوت کرتے تھے وہی میری تفریح اور میری فرحت اور میری جوانی تھی۔ جب حضرت اللہ اللہ کرتے تھے تو میں اپنا دل اپنے شیخ کے دل سے ملالیتا تھا کہ اُدھر ان کے دل سے

اللہ کا نام نکلا، اِدھر ہمارے دل سے بھی نکلا۔آج بھی اُس مسجد میں حضرت کے انوار ہیں، مسجد نور میں ڈوبی ہوئی ہے۔

ایسی عبادت کرنے والا میں نے زندگی میں کسی کو نہیں دیکھا، آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرنا آسان نہیں ہے، آج کسی کی اتنی صحت ہی نہیں ہے، سر پھٹ جائے گا، حضرت نے ساری عمر پہلوانی کی تھی، حضرت کا سینہ ایسا تھا کہ ناک سے نوے ڈگری کی سیدھ میں تھا، اور فرمایا کہ تم لوگ تو اصلی گھی ایک چمچ کھاتے ہو اور ہم تو مٹکے ہی میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے اور ڈیڑھ پاؤ آدھا کلو گھی پلیٹ میں رکھ دیا اور سب ہضم بھی ہو جاتا تھا۔ تراویح پڑھ کر تو حضرت لاٹھی چلانے کی مشق کرتے تھے، بتایئے! بیس رکعات میں آدمی ویسے ہی تھک جاتا ہے۔ اور ایسی بہترین لاٹھی چلاتے تھے کہ سبحان اللہ! میرے مرشدِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب بھی ان سے لاٹھی چلانا سیکھتے تھے، ہم بھی سیکھتے تھے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب اور میں فنِ سپاہ گری اور فنِ جہاد میں ہم سبق، کلاس فیلو ہیں۔

لیکن حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پہلوانی کہاں خرچ کی؟ عبادت میں۔ حضرت روزانہ دس پارے تلاوت کرتے تھے، پانچ پارے تو کبھی ناغہ ہی نہیں کیا، اور ہر دس بیس آیت کے بعد زور سے اللہ کا نعرہ مارتے تھے جیسے ریل کے انجن میں جب اسٹیم زیادہ ہو جاتی ہے تو ڈھکن کھولنا پڑتا ہے ورنہ انجن کی باڈی پھٹ جائے تو گویا حضرت بھی اس نعرہ کے ذریعہ اپنے سینہ کی اسٹیم نکالتے تھے جیسے سینہ پھٹنے کا خطرہ ہو۔ حضرت ایسے اللہ کا نعرہ مارتے تھے کہ مزہ آجاتا تھا، پوری مسجد ہل جاتی تھی۔ تلاوت کے بعد مکمل قصیدہ بردہ اور مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں زبانی پڑھتے تھے، پھر بارہ تسبیح ذکر کرتے۔ تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد بہت روتے تھے اور ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر دعا میں پڑھا۔

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

اللہ کی یاد میں رونے کا مزہ

کیا کہوں دوستو! اللہ کے عاشقوں میں جینا مرنا سیکھو تو پھر مزہ آجائے گا ان شاء اللہ۔ اور حضرت جب دعا میں روتے تھے تو جنگل کی مسجد میں دور تک آواز جاتی تھی، جنگل کا مزہ تو حضرت نے لیا اور ان کی برکت سے مجھے بھی ملا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کعبہ کے اندر سجدہ میں اتنا زیادہ روتے تھے ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

یہ شعر پڑھتے تھے کہ اے خدا! اس بندہ کو ذلیل و رسوا نہ کرنا اگر چہ میں ذلیل اور گنہگار ہوں مگر میرا بھید قیامت کے دن مخلوق پر ظاہر نہ کرنا۔ عشاء کے بعد جو سجدہ میں سر رکھا تو فجر کی اذان ہوگئی، یہ معمولی بات نہیں ہے۔ فرمایا ہمارے حاجی صاحب اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت میں اس طرح روتے تھے کہ ہم سے سننے والوں کے کلیجے پھٹتے تھے تو حاجی صاحب کا کیا حال ہوتا ہوگا، آہ! یہ جملہ حکیم الامت کا ہے۔ خدا کے عاشقوں میں رہو تب معلوم ہوگا کہ ایمان اور اسلام کیا ہے؟ قطب بینی کے بغیر نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ کے نام میں کیا مزہ ہے؟

ایک دن میرے شیخ نے پھولپور کی مسجد کی محراب میں دس پارے تلاوت کئے، ستر سال کی عمر میں رات تین بجے سے گیارہ بجے دن تک ایسے ہی بیٹھے عبادت کرتے رہتے تھے، اس دن فرمایا کہ حکیم اختر! دیکھو ستر سال کی عمر ہے اور آٹھ گھنٹے سے بیٹھا ہوں، دس پارے اس دن پڑھے۔ ایک مرتبہ محراب میں یہ مصرع دورانِ تلاوت پڑھا، اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا،

محراب آخری دیوار ہوتی تھی، اس کے آگے کوئی انسان نہیں ہوتا تھا۔ بس یہ جو حضرت نے پڑھا میں نے سن کر مزہ لوٹ لیا اور یاد کرلیا ؎

آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

تقویٰ سے دیدِ جلوۂ حق کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے

میرے شیخ فضاؤں میں اللہ کا نام لکھتے رہتے تھے، مجھے پتا چل جاتا تھا کہ اب الف لکھا، اب لام لکھا اور تشدید لگائی تو میں سمجھ جاتا تھا کہ حضرت نے اللہ لکھا ہے، جیسے مجنوں دریا کے کنارے بار بار لیلیٰ کا نام لکھتا تھا، کسی نے پوچھا کہ اے مجنوں پاگل یہ کیا لکھ رہا ہے؟ کس کو خط لکھ رہا ہے؟ اس نے کہا ؎

گفت مشقِ نامِ لیلیٰ می کنم

خاطرِ خود را تسلی می دہم

جب لیلیٰ یاد آتی ہے تو میں اس کا نام لکھتا ہوں لیلیٰ لیلیٰ لیلیٰ، اور نام سے دل کو تسلی دیتا ہوں، تو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

مولیٰ کا عشق کیسے لیلیٰ سے کم ہوسکتا ہے؟ ارے! اللہ کا نام لو، ان شاء اللہ مذکور آپ کو یہیں مل جائے گا، لیلیٰ نہیں مل سکتی لیکن مولیٰ ایسے پیارے ہیں کہ جہاں ان کا نام لو وہیں ان کا مسمیٰ موجود ہے، دونوں جہان میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ اللہ کا نام لو اور مسمیٰ وہاں نہ ملے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ﴾

(سورۃ الحدید: آیۃ ۴)

ہم تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم رہتے ہو، ہم میں اور اللہ کے نیک بندوں میں فرق یہ ہے کہ اللہ کے متقی اور خاص بندے اپنی آنکھوں سے موتیے کا کالا پانی نکلوا دیتے ہیں یعنی گناہوں کے چھوڑنے کا غم اٹھاتے ہیں،

اس سے ان کا آپریشن ہوجاتا ہے اور موتیے کا پانی نکل جاتا ہے اور تقویٰ کی برکت سے آنکھوں میں دیدِ جلوۂ حق کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ جبکہ گناہ سے آنکھوں میں گندا پانی پیدا ہوتا ہے یعنی آنکھوں میں حجابات ہوجاتے ہیں، گناہ انسان کو حجابات میں رکھتے ہیں اور تقویٰ حجابات کو اٹھادیتا ہے۔

تقویٰ سے دل میں حضوریٔ مولیٰ کی جنت فوراً ملتی ہے

میں نے دوستوں سے کہا تھا کہ ابھی اسی سفر میں اللہ تعالیٰ نے ایک علمِ عظیم عطا فرمایا ہے کہ بعض بے وقوف رومانٹک دنیا والے کہتے ہیں کہ لیلیٰ تو نقد ہے اور مولیٰ ادھار ہے، تو میں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے، جنت تو ادھار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ جنت تو میں نے ادھار رکھی ہے مگر تمہارا مولیٰ نقد ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اس آیت وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((اَیۡ جَنَّۃٌ مُّعَجَّلَۃٌ فِی الدُّنۡیَا بِالۡحُضُوۡرِ مَعَ الۡمَوۡلٰی وَجَنَّۃٌ مُّؤَجَّلَۃٌ فِی الۡعُقۡبٰی بِلِقَاءِ الۡمَوۡلٰی))

(مرقاۃ المفاتیح :(رشیدیہ)، کتاب الدعوات، باب الرحمۃ، ج ۵ ص ۲۱۳)

مولیٰ ادھار نہیں ہے جنت ادھار ہے، میرا نام لو مجھے اپنے پاس پاؤ گے۔ جنت سے خالقِ جنت افضل ہے لہٰذا جب دل میں مولیٰ ملتا ہے تو سارا جہان اس کی نگاہوں سے گرجاتا ہے۔ اللہ والوں کی نگاہوں سے بادشاہت ایسے ہی تھوڑی گرتی ہے، جب تخت و تاج کی بھیک دینے والا ان کے دل میں آتا ہے تب انہیں سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہوتے نظر آتے ہیں، لیلاؤں کے نمک جھڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، سورج چاند کی روشنی پھیکی نظر آتی ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور ؎

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کی شان

واللہ! کہتا ہوں کہ دونوں جہان میں اللہ سے بڑھ کر کوئی مزہ نہیں ہے، خالقِ لذاتِ کائنات سے لذتیں کیسے زیادہ بڑھ جائیں گی؟

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

مولانا عبدالحمید اور مولانا یونس پٹیل نے ایک دن کہا کہ ہم نے زندگی میں پہلی دفعہ ایسی تقریر سنی ہے کہ کوئی مُلّا سلاطین کے تخت وتاج کو اور دنیا کی لیلائے کائنات کے نمکیات کو چیلنج کرتا ہو، سورج اور چاند کی روشنی کو چیلنج کرتا ہو۔ میں نے کہا کہ یہ ہمارے بزرگوں کی دعائیں ہیں، میرا کوئی کمال نہیں ہے، میں نے اولیائے صدیقین کی صحبت اٹھائی ہے، میرا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ میرے تینوں شیخ یعنی حضرت شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت والا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سب کے سب اولیائے صدیقین کے مقام پر ہیں، ان کا ایمان ایسا تھا کہ ؎

صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھے صحابہ کا

میرا آنکھوں دیکھا حال ہے کہ ہندوستان میں کافی تعداد میں ہندو مسجد گرانے کے لئے آئے اور وہاں بس حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اکیلا میں تھا جبکہ کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی، تو حضرت نے فرمایا کہ اگر مسجد کو ہاتھ بھی لگایا تو تمہاری گردنیں پکڑ کر مسجد کی بنیاد میں دفن کردوں گا، بس مارے ڈر کے سب بھاگ گئے۔

اور ایک مرتبہ دس ہزار ہندو جمع تھے، ان کے یہاں ہر سال راون اور سیتا کی یاد منانے کے لئے ڈرامہ ہوتا ہے، ان کے بھگوان رام کی بیوی سیتا کو راون لے کر بھاگ گیا تھا اور سیکنڈ ہینڈ کر کے پھر بھگوان صاحب کو واپس کر گیا۔ یہ ہندو ایسے کو خدا مانتے ہیں جو اپنی بیوی کو تحفظ نہیں دے سکا اور راکشش یعنی شیطان اسے لے گیا اور کئی سال کے بعد واپس کر گیا اور ان کے بھگوان نے یہ بھی نہیں کہا کہ اب تم ہمارے قابل نہیں ہو، ہم پاکیزہ ہیں، بھگوان ہیں، خدا ہیں اور تم نے ہماری بیوی کو سیکنڈ ہینڈ کر دیا، انہوں نے فوراً قبول بھی کر لیا۔ تو ہندو ہر سال باقاعدہ اس کی یاد تازہ کرتے ہیں، ڈرامہ دکھاتے ہیں کہ راون سیتا کو لے کر بھاگ گیا اور رام اور راون دونوں ایک دوسرے کو تیر مار رہے ہیں، مقابلہ ہو رہا ہے۔ تو لوگوں نے آ کر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دی کہ راون کا مجسمہ جلایا جا رہا ہے اور اس میں قرآن شریف کا پورا ایک رکوع ہے۔ حضرت وہاں لاٹھی لے کر اکیلے پہنچ گئے، ایک شاگرد مولوی شمس الحق صاحب ساتھ تھے، وہ بھی اتفاقاً پہلے ہی سے بیٹھے ہوئے تھے تو ساتھ ہو لئے، حضرت نے انہیں بلایا نہیں تھا۔ تو حضرت نے ہندوؤں کے دس ہزار کے مجمع کو للکارا کہ قرآن شریف کا یہ حصہ مجھے واپس دے دو، اگر تم نے اس میں آگ لگائی تو عبدالغنی پانچ سو ہندوؤں کو مار کر شہید ہوگا، بس ڈر کے مارے ہندوؤں نے اخبار کا وہ ٹکڑا نکال کر حضرت کو دے دیا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ ہمارے مولانا عبدالغنی صاحب پانچ سو دشمن کے لئے اکیلے کافی ہیں، اگر ہمیں کبھی ضرورت پڑی تو ہم اپنی فوج اعظم گڑھ کے مولانا عبدالغنی سے حاصل کریں گے۔ آہ! کیا شان تھی! سبحان اللہ! حضرت تو جانتے ہی نہیں تھے کہ ڈر کیا چیز ہے؟ ایمان ویقین کے بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

دنیا کی فنائیت پر انگور کے کیڑے کی مثال

آپ کو کمیاتِ شرعیہ تو کتابوں اور مدارس سے مل جائیں گی لیکن یہ کیفیاتِ احسانیہ اہل اللہ کے سینوں سے ملیں گی ، بغیر کیفیتِ احسانی کے آدمی کا نہ ایمان حسین ہے، نہ اسلام حسین ہے۔ جب سالک دل میں اللہ کو پا جاتا ہے یعنی اسے یہ مقام حاصل ہوجاتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو اس کا ایمان اور اس کا اسلام حسین ہو جاتا ہے اور صرف حسین نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کے ایمان اور اسلام کو بھی حسین کرتا ہے۔ احسان بابِ اِفعال سے ہے، بابِ افعال میں متعدی شان ہوتی ہے یعنی آگ لگی بھی ہے اور لگاتا بھی ہے، دیوانہ بھی ہے دیوانہ سازی کرتا بھی ہے، جو دیوانہ دوسروں کو دیوانہ نہ بنا سکے وہ دیوانہ کہاں ہے؟ روحانی بالغ وہی ہے جس کی صحبت سے دوسرے لوگ بھی بالغ ہوجائیں ، دیوانہ وہ ہے جو دوسروں کو دیوانہ بنادے، ایسا اس کا دردِ دل ہو جس کے سامنے دنیا کی لیلائیں نظروں سے گرجائیں، سارا عالم نگاہوں سے گرجائے ، جو اللہ کی محبت کی تقریر اگر دردِ دل سے کردے تو دنیا کی ساری لیلائیں نگاہوں سے گرجائیں گی ، اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ کا نقشہ سامنے آجائے گا۔ اللہ اللہ ہے بھئی، ان سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے؟ ظالم ہیں وہ جنہوں نے دنیا کی زندگی سے فائدہ نہ اٹھایا، امپورٹ ایکسپورٹ آفس بنے رہے، کھاتے رہے اور لیٹرین میں نکالتے رہے، اِدھر کھایا اُدھر نکال دیا، حسینوں کے چکر میں رہے، مُردوں سے لپٹے رہے۔

آہ! یہ کیا زندگی ہے؟ یہ وہ انگور کے کیڑے ہیں جو انگور کے پتے پر جان دے دیتے ہیں اور اوپر جو انگور کا پھل ہوتا ہے وہاں نہیں جاتے ، انگور کا کیڑا ہرے پتوں کو انگور سمجھ کر زندگی غارت کردیتا ہے، اگر یہ ظالم ان ہرے پتوں سے باز آجاتا اور آگے بڑھ جاتا تو انگور پا جاتا، ایسے ہی جن لوگوں نے ان حسینوں سے دل لگایا وہ انگور کے کیڑے کی طرح انگور کے پتوں میں لگے رہے، ان ظالموں نے

انگور کا پھل نہ کھایا، کاش اللہ والوں سے ملتے تو کچھ اور ہی عالم ہوتا۔

اللہ کے عشاق کا تجلیاتِ جذب کا کرنٹ

میر صاحب سے کہتا ہوں کہ اگر آپ نے میری آہ کی قدر نہ کی تو مجھے انتہائی غم ہوگا کیونکہ آپ سارے عالم میں میرے ساتھ دسترخوان پر سموسے اور ہری مرچ اور برف کا پانی پی رہے ہیں لیکن جس نے ہری مرچ اور سموسہ پیدا کیا ہے اگر اس حاصلِ رفاقت کو نہ پایا تو مجھے انتہائی غم ہوگا۔ اس لئے اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ ساتھ رہو تو اللہ تعالیٰ سے دل و جان کو ایسا چپکاؤ کہ سارا عالم آپ کو ایک اعشاریہ اللہ سے الگ نہ کر سکے اور اسی مضمون کی دعا بھی مانگو کہ اے اللہ! ہمارے قلب و جاں کو اپنی ذاتِ پاک کے ساتھ اس طرح چپکا لے کہ حسن کا عالم، صدارت کا عالم، وزارت کا عالم، سلطنت کا عالم، چاند و سورج کی روشنی کا عالم، لیلاؤں کا عالم، کوئی بھی عالم ہمیں ایک بال کے برابر آپ سے الگ نہ کر سکے بلکہ ہم کو ایسا کرنٹ دے دیجئے کہ جو ہمیں چُھو لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہم کو دیکھ لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری بات سن لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری تصنیف دیکھے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے۔ بجلی کا کرنٹ کسی کو لگ جائے تو اس کو چھونے سے تو آدمی مر جاتا ہے مگر آپ کے عاشقوں میں آپ کی محبت کا جو کرنٹ ہے دوسرے اس سے حیات پا جاتے ہیں۔

کہئے مولانا ایوب صاحب! بتایئے! یہ دعا کیسی ہے کہ اے اللہ! ہماری رگوں میں آپ اپنی تجلیاتِ اجتبائیہ اور شانِ جذب کی تجلی ایسی سما دیجئے کہ جو ہمیں دیکھ لے وہ بھی آپ سے چپک جائے، جو ہماری بات سن لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری تحریر دیکھ لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہمارے مصلّے پر نماز پڑھ لے وہ بھی آپ سے چمٹ جائے، جو ہماری پڑھی ہوئی تسبیح پر انگلی رکھ دے، ذکر کرے، وہ بھی آپ کا بن جائے۔

قربِ حق کی لذت کو دنیا کی کوئی لغت بیان نہیں کرسکتی

آہ! اب آخر میں جب میں اس مقام پر پہنچتا ہوں جہاں لغت اور الفاظ ہاتھ جوڑتے ہیں کہ اب ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں، اب تم اللہ کی محبت کے بارے میں دعا ہی کرو، اللہ ہی دل میں ڈال دیں گے تو کام بن جائے گا، یہ ہے وہ مقام جہاں میری زبان قاصر ہوجاتی ہے، جہاں مولانا رومی کی زبان قاصر ہوگئی جو بلاغت کے امام تھے، فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جب اللہ تعالیٰ کی خوشبو عرشِ اعظم سے اس زمین پر جلال الدین رومی کی روح کو آتی ہے تو اتنا مزہ اتنا مزہ اتنا مزہ آتا ہے کہ میں ساری دنیا کی لغت، ساری کائنات کی لغت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے لذتِ درد کو بیان نہیں کرسکتا۔ آپ استدلالِ عقلی سے خود سوچ لو کہ حق تعالیٰ کی ذات جو بے مثل ہے، ان کے نام کی لذت بھی بے مثل ہے تو لغت اس کو کیسے حل کرسکتی ہے؟ ہماری محدود لغت حق تعالیٰ کی غیر محدود لذت کو کیسے بیان کرسکتی ہے؟ یہ ہے وہ طریقہ جو اس دور میں اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا ہے۔

عشق جب بے زبان ہوتا ہے

دیکھئے! میں بار بار لذت کی بات کررہا ہوں، میں خشک شریعت پیش نہیں کرتا ہوں، میں ساری لیلاؤں سے زیادہ اپنے مولیٰ کی لذت پیش کرتا ہوں، بتاؤ! یہ طریقہ خاص ہے یا نہیں؟ اس دور میں ان شاء اللہ، ابھی آپ دیکھئے گا، میری زندگی کی دعا کرو، ابھی اور بہت کچھ نظر آئے گا ان شاء اللہ، کہ سارے بڑے بڑے اہلِ علم کی خدمت کی سعادت اختر کو

ان شاء اللہ نصیب ہوگی اور اپنی محبت کو جس سطح سے حق تعالیٰ میری زبان سے بیان کروارہے ہیں ان شاء اللہ آپ اس کو بے مثل پائیں گے، کیونکہ اللہ کی ذات بے مثل ہے، ان کے نام کی لذت بھی بے مثل ہے، وہ غیر محدود ہیں، ان کی لذتِ ذکر بھی غیر محدود ہے لہٰذا آخر میں یہی کہتا ہوں ؎

عشق جب بے زبان ہوتا ہے
رشکِ صدہا بیان ہوتا ہے

یہ میرا ہی شعر ہے، جب عشق مجبور ہوجاتا ہے یعنی بے زبان ہوجاتا ہے، اسے لغت نہیں ملتی، الفاظ نہیں ملتے کہ اب کیسے بیان کروں تو سمجھ لو کہ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے کہ میرا بندہ اپنی لغت سے ہار گیا۔ حق تعالیٰ جو چاہتا ہے کہ میرے اور میرے دوستوں کے دل میں مولیٰ آجائے تو پھر اللہ تعالیٰ میری مدد کرکے میرے دوستوں کے دل میں نسبتِ خاصہ عطا فرمادیں گے ان شاء اللہ۔

مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حرم میں دیکھا ہوا خواب

مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ میں ایک خواب دیکھا تھا جو حضرت نے خود مجھ سے بیان فرمایا۔ حضرت کی حیات پر میرا ایک شعر ہے جو آپ کی سوانح میں ایک پورے صفحہ پر یہی شعر لکھا ہوا ہے ؎

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

چھاپنے والے نے اس پورے صفحہ پر کوئی اور چیز نہیں لکھی، یہ شعر مولانا کی سوانح کا ایک جغرافیہ ہے کیونکہ وہ روتے بہت تھے، سب کو معلوم ہے۔ جب کراچی نیوٹاؤن کی مسجد میں رونے کی آواز آجاتی تھی تو سب سمجھ جاتے تھے کہ مولانا فقیر محمد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ یہ اصلی مزہ لے لو، دنیاوی لیلاؤں میں یہ مزہ تھوڑی ہے۔ مولانا فقیر محمد صاحب نے

جہاں نماز کا سلام پھیرا اور رونا شروع کردیا جیسے بچہ اپنی اماں سے روتا ہے ایسے روتے تھے۔ اسی لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا لقب ''بُکّاء'' رکھا تھا یعنی بہت رونے والا اور آپ کو رونقِ خانقاہ فرماتے تھے کہ آ گیا میری خانقاہ کی رونق، بس اللہ کی یاد میں ان کی عجیب کیفیت تھی۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس بڑی شخصیت نے جب وہ حج کے لئے مکہ آئے ہوئے تھے تو مجھ سے فرمایا کہ آج میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے کہ تو بہت لمبا ہے، سفید لباس پہنے ہوئے ہے اور کعبہ شریف میں، اللہ کے گھر میں تیرا بیان ہو رہا ہے اور ایک مجمع جمِ غفیر لگا ہوا ہے اور جب تو نے مجھے دیکھا تو تقریر بند کرکے مجھ سے معانقہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کی دو تعبیر ہیں: نمبر ایک، سارے عالم میں ان شاء اللہ اختر کی آہ وفغاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نشر ہوگی کیونکہ خانہ کعبہ مرکزِ کائنات ہے اور ساری دنیا کے عشاق وہاں حاضری دینے آتے ہیں۔ نمبر دو یہ کہ میں اپنے بزرگوں کا ادب بھی رکھوں گا، یہ نہیں کہ آدمی جوشِ تقریر میں سب بھول جائے، آدابِ اکابر کا بھی پاس رہے گا ان شاء اللہ۔ الحمدللہ میں نے کعبہ شریف میں بھی مثنوی کا درس دیا اور قونیہ میں مولانا رومی کی خانقاہ میں اور قبرِ مبارک کے سامنے بھی اختر نے مثنوی کا درس دیا۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانہ کعبہ میں بشارت

اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے شخص تھے کہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے فرمایا کہ میں کلکتہ میں آنکھ کا آپریشن کرواکے آیا ہوں، ہسپتال کے ماحول نے دل کو مکدر کردیا تھا لیکن آج میں نے مولانا پرتاب گڑھی کا بیان سنا تو میرا دل روشن ہوگیا، مولانا کے بیان سے میرا دل مجلّٰی ہوگیا۔ تو جس کے ایک بیان سے اتنے بڑے مفتی اعظم کا دل مجلّٰی ہوا

اس کے ساتھ اللہ نے تین سال مجھے رکھا۔ نیز حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے ان کے لئے فرمایا کہ آج جن لوگوں نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا بیان سنا تو سمجھ لیجیے کہ آج آپ نے مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سن لیا۔ تو مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کے بزرگ تھے، ان کی بشارت بھی ہے۔

غالباً ۱۹۸۶ء کی بات ہے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہورہی تھی، مولانا بیان کرتے کرتے ایک دم خاموش ہوگئے تو مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا چہرہ دیکھا اور مجھ سے کان میں فرمایا کہ اب مولانا اس عالم میں نہیں ہیں۔ آہ! اللہ نے اس فقیر کو اپنے ایسے اولیاء کی صحبت نصیب فرمائی، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ! فخر کس بات پر کیا جائے، بس اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ میں اس وقت سب سے قوی نسبت کس کی ہے؟ تو مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ پورے ہندوستان میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تعلق مع اللہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کسی اور کا نہیں ہے۔ اب سنئے! حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کو جب میں نے مثنوی کے ایک شعر کی شرح پیش کی کہ حضرت یہ شعر ہے اور اس کی یہ شرح حق تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے، تو حضرت نے یہ شرح سن کر انگلی سر سے اوپر اٹھا کر دائرہ کی شکل میں گھمائی، ایک اللہ والے کا اس طرح انگلی گھمانا معمولی بات نہیں تھی۔ پھر بعد میں ایک مرتبہ الٰہ آباد میں میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج کل بہت سے ملکوں میں مجھے بلایا جارہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تجھے یاد نہیں، میں نے کعبہ شریف میں، اللہ کے گھر میں انگلی گھمائی تھی اور اشارہ کیا تھا کہ تجھ سے سارے عالم میں کام ہوگا، ان شاء اللہ۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا ایک خواب اوراس کی تعبیر

اور ایک خواب میں نے بھی دیکھا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرا معانقہ ہو رہا ہے اور ہم دونوں اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے زمین پر گر گئے، وہ اُدھر ہنس رہے ہیں، میں اِدھر ہنس رہا ہوں، پھر انہوں نے مجھ سے انگریزی میں کوئی بات کہی تو جب میں بیدار ہوا تو میں نے سوچا کہ مولانا تو انگریزی کبھی نہیں بولتے تھے۔ اس کی تعبیر یہ دل میں آئی کہ کسی انگریز ملک میں مجھ سے کام لیا جائے گا تو آج جنوبی افریقہ میں دیکھ لو کہ اس وقت وہاں کے بڑے بڑے علماء کی خدمت کی سعادت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اختر کو نصیب ہو رہی ہے، الحمدللہ۔ میں اللہ سے مانگتا ہوں، خدائے تعالیٰ سے کہتا ہوں ؎

کسی کے درِ محبت نے عمر بھر کے لئے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

حضرت والا دامت برکاتہم کا کمالِ اخلاص

میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کے علم میں اختر سے جن کا تعلق میرے اور میرے احباب کے لئے مفید ہو ان کو مجھ سے جوڑ دیجئے اور جن کا تعلق آپ کے علم میں اختر سے مفید نہ ہو تو اے خدا! آپ ان کو وہاں پہنچا دیں جو ان کے لئے مفید ہو۔ آپ بتاؤ! اس سے زیادہ اخلاص اور کیا پیش کر سکتا ہوں؟ میری یہ دعا کیسی ہے؟ کیا یہ اخلاص نہیں ہے؟ (میر صاحب نے عرض کیا کہ اس سے بڑھ کر کیا اخلاص ہوگا؟) میرے نزدیک تمام طالبین شہزادے ہیں، میں شہزادوں سے زیادہ شاہ سے محبت کرتا ہوں لیکن شہزادوں کا جہاں زیادہ فائدہ ہو اے خدا! ان کو وہاں تعلق عطا فرما۔ مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے عشق و محبت کے کچھ جلے بھنے دل، جن کو مجھ سے مناسبت بھی ہو، گروہِ عاشقاں کا

ایسا ایک طبقہ اختر کو بھی عطا فرما جو سارے عالم میں اختر کے ساتھ سفر کرے اور وہ بھی میرے ساتھ سفر کریں اور اللہ ہمیں ہر زبان میں اپنی محبت کی خوشبو سارے عالم میں نشر کرنے کی سعادت نصیب فرمائے، پھر آپ کے پاس ہمیں آنا ہے ہی، وطن تو یہاں نہیں ہے مگر یہ کام مجھے نصیب ہوجائے۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور توفیق مانگتا ہوں کیونکہ اکیلے سفر میں اب مزہ نہیں ہے، گروہِ عاشقاں کے ساتھ سفر میں مزہ آتا ہے، اگر اللہ کے عاشقوں کا ایک طبقہ مجھے مل جائے تو سارے عالم میں ایک دن بھی گھر میں نہ بیٹھوں، ان شاء اللہ۔

سارے عالم میں اللہ کی محبت نشر کرنے کا درد

مجھے کراچی خانقاہ میں اپنے کمرہ سے پتا نہیں کیوں بہت زیادہ محبت ہے لیکن رات کو اللہ نے یہ مضمون مجھے عطا فرمایا کہ میرے دین کی اشاعت اور میری محبت کی خوشبو کے نشر کے لئے اور میرے بندوں کو مجھ پر فدا ہونے کے مضامین کے مقابلہ میں تم اپنی جائے رہائش و وطن کو یاد مت کیا کرو کیونکہ اس وطن سے تمہارا خروج بھی ہوگا اور اخراج بھی ہوگا، خروج روح کا ہوگا اخراج تمہارے جسم کا ہوگا۔ وہی لوگ تم کو نکالیں گے جن کے لئے تم مر رہے ہو، بچے پوتے بیوی سب یہی کہیں گے کہ ارے بابا کو جلدی قبرستان بھیجو ورنہ کہیں لاش پھٹ نہ جائے۔ تو یہ عجیب وغریب مضمون ہے، اس نے میرے قلب سے اس کمرہ کی محبت کا وہ اثر نکال دیا یعنی اب میرا دل بالکل فارغ ہوگیا ہے، مجھ کو سارے عالم میں جہاں چاہو لے چلو، ان شاء اللہ تعالیٰ! اللہ میری جان میں کروڑوں جان ڈال دے تاکہ میں ہر جان اللہ پر فدا کروں، وہی جان تو جان ہے جو مالک پر فدا ہو، وہ جان کیا ہے جو دنیا پر فدا ہو، یہ جانوروں والی جان ہے، اللہ والوں کی جان وہ ہے جو اللہ پر فدا ہوتی ہے۔

دیکھو! اب جہاں جہاں سفر کر رہا ہوں اللہ اپنے عاشقوں کو ہمیں دے رہا ہے یا نہیں؟ ورنہ آسان نہیں ہے کہ مہتمم اپنے مدرسہ کو یا مدرس اپنی تدریس کو چھوڑ کر آجائے۔ بتایئے لندن سے مولانا ایوب میری محبت میں آگئے، یہ ترکیشور کے شیخ الحدیث رہے ہیں، تقریباً سو شاگردان کے یہاں موجود ہیں، میں ٹورنٹو کینیڈا گیا تو وہاں بھی علماء ان کے شاگرد ملے۔ اللہ کی محبت اور دل کی مناسبت کی بات ہے جیسے بلڈ گروپ ملتے ہیں ایسے ہی روحانی گروپ بھی ملتے ہیں حالانکہ یہ خود بھی میرے شیخ کے خلیفہ ہیں لیکن میرے ساتھ ان کو اتنا مزہ آیا کہ لندن سے، ترکی، کینیڈا، ٹورنٹو اور ایڈمنٹن تک ٹن ٹن کرتے ہوئے گئے۔

بعض پُرمزاح جملے

میں نے ایڈمنٹن والوں سے کہا کہ میں تمہارے لئے ایڈ (Aid) لایا ہوں اور تمہارا من یعنی دل جو ہے اس میں ٹن ٹن داخل کروں گا، ٹن ٹن معنی خوشی ہے جیسے کہتے ہیں نا کہ آج کل طبیعت ٹناٹن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، کتنا ہی بڑا دہریہ ہو، مسٹر ہو جس کو ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی پر ناز ہو اور وہ امریکہ، لندن اور جرمنی کی ڈگریاں لئے ہو یا ساری دنیا کے بادشاہ بھی اگر بیٹھے ہوں، ان کے سامنے اللہ اپنی رحمت سے میرا دردِ دل کے ساتھ بیان کرا دے اور ہر زبان میں میرے بیان کا ترجمہ کر دیا جائے تو ان شاء اللہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یقین ہے کہ کچھ تو میری آنکھوں سے اور میرے دردِ دل سے مست ہوں گے اور کچھ تقریر کے ترجمہ سے مست ہو جائیں گے، یہ ہے اللہ کی شان! پھر وہی شعر پڑھتا ہوں ؎

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو! راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

تو مولانا میرے ساتھ امریکہ، اٹلانٹا، بفیلو اور ڈیٹورائٹ تک گئے۔

میں نے ڈیٹو رائٹ والوں سے کہا کہ تمہاری ڈیٹ رائٹ نہیں ہے، کھا رہے ہو، ہگ رہے ہو اور اللہ کو بھولے ہوئے ہو، ارے تمہاری ڈیٹ رائٹ جب ہوگی جب تم اللہ پر فدا ہوگے، اس وقت تم ڈیٹو رائٹ نہیں ہو بلکہ پیٹو فائٹ ہو یعنی پیٹ کے لئے لڑ رہے ہو اور لیٹو سائٹ ہو کہیں سائڈ میں لیٹ جاتے ہو، پلیٹ کو پیٹ میں سمیٹ لیتے ہو، پھر فلیٹ میں جا کر لیٹ جاتے ہو۔ تو وہاں کافی لوگ مجھ سے بیعت ہوئے، داخلِ سلسلہ ہوئے اور کہنے لگے کہ اتنا مزہ تو ہمیں زندگی میں کبھی نہیں آیا۔ اللہ کی محبت اور شریعت کو آج لذیذ کر کے پیش کرنے کی جو سعادت اللہ نے ہم کو دی ہے میرے شیخ کے صدقہ اور طفیل میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ بھی کہتا ہوں شیخ کے صدقے اور طفیل میں، میرے شیخ کی وائٹ بجلی آتی ہے جو میرے بلب میں آ کر رنگین ہو جاتی ہے۔

خود اپنا درد کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بس کیا کہیں! ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کو پورا بیان نہیں کر سکتے، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بہ عشق آیم خجل گردم از آں

اے دنیا والو! جلال الدین رومی کی زبان اور اس کے قلب و جان اللہ کی محبت کی شرح بیان کرتے ہیں لیکن جب دوبارہ عشق مجھ پر غالب ہوتا ہے اور میں جب دوبارہ اللہ کی محبت کی شرح بیان کرتا ہوں تو پچھلی تقریر سے شرمندہ ہو جاتا ہوں، ایسا لگتا ہے جیسے آج کی تقریر زیادہ زوردار ہے۔ اب اس کے بعد جب دوبارہ بولوں گا تو معلوم ہوگا کہ یہ پچھلی تقریر سے زیادہ زوردار ہے۔ کیسے پیارے اور کیسے صاحبِ معرفت ہیں مولانا رومی! بتاؤ! مولانا رومی سے میری عاشقی اور روحانی ملاقات بچپن سے صرف اس شعر کی بنیاد پر ہوئی ؎

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق

اے خدا! جلال الدین کا سینہ اپنی محبت، اپنے عشق اور اپنی جدائی کے غم سے ٹکڑے ٹکڑے کردے یعنی آپ نے ہمیں اپنے سے دور کرکے اس دنیا میں جو بھیجا ہے، تو اپنی جدائی کے اس غم سے میرا سینہ ٹکڑے ٹکڑے کردے تاکہ جب میں آپ کی محبت کی شرح بیان کروں تو اس میں میرا درد بھی شامل ہو۔ میرے اشعار کو غور سے سنو تب دیکھو گے کہ اس میں کتنا درد ہے ؎

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

کیا یہ شعر کوئی خشک زاہد کہہ سکتا ہے؟ جسے اللہ کی محبت کی پیاس ہو اور اس کا مزاج عاشقانہ ہو تو اس سے میری قدر پوچھو، جن کے دل میں عشق و محبت کا مادہ ہی نہ ہو وہ بیشک مجھے حقیر سمجھ سکتے ہیں لیکن جس کے قلب میں اللہ نے اپنے عشق و محبت کا مادہ رکھا ہے، وہ اختر پر فدا ہوتا ہے، سارے عالم میں جہاں میری تقریر ہوتی ہے وہاں کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے کلکتہ میں فرمایا کہ اختر کی تقریر کرواؤ، تب ان لوگوں کو معلوم ہوگا۔ حضرت نے علماء سے فرمایا تھا کہ اختر اپنی تقریر میں اللہ کی محبت کی بریانی کھلاتے ہیں، تو میرے شیخ نے میری تقریر کا نام بریانی رکھا ہے۔ حضرت نے کلکتہ کی مسجد میں میرا بیان کروایا، وہاں میں نے اسی شعر پر تقریر کی کہ دیکھو اگر تمہارے جسم میں سو کانٹے چبھے ہوئے ہیں اور ننانوے کانٹے نکال دو مگر ایک کانٹا نہ نکالو تو اس کانٹے کا درد تم کو بے چین رکھے گا۔ اسی طرح اگر سو گناہوں کی عادت ہے اور ننانوے گناہ چھوڑ دیئے مگر ایک گناہ نہ چھوڑا تو تمہاری زندگی کیسی ہوگی؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

گر گرفتارِ صفاتِ بد شدی
ہمچو دوزخ ہم عذابِ سرمدی

اگر تم بری عادت کے عادی رہو گے تو اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے تمہاری گناہ کی ایک عادت بھی اپنی ذات میں خود دوزخ ہے۔ بس بیان کے بعد سب نے حضرت والا ہردوئی کو گھیر لیا اور کہا کہ اس بیان کے بعد ہم آپ دونوں کو جانے نہیں دیں گے، حضرت نے فرمایا کہ بھئی ہمیں اپنے مدرسہ کا معائنہ کرنے جانا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو ان کا ایک بیان اور کرائیے، تو حضرت ہنسے اور خوش ہوئے جیسے کسی کے بیٹے کی کوئی تعریف کرے تو باپ خوش ہوتا ہے، تو اگر شیخ کے احباب سے دین کا کام ہو تو کیا وہ خوش نہیں ہوگا؟ حضرت خوش ہو گئے، مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے بھی یہی امید تھی کہ اس کا ایک بیان سننے کے بعد یہ سب لوگ میری خوشامد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ! اے اللہ! مٹی میں کیا ہے، آپ ہی کا کرم ہے۔ بس اب دو رکعت پڑھو پھر اس کے بعد ہمیں تھوڑی دیر کے لئے کہیں قریب میں تالاب، جھیل یا باغات، درختوں کی قطاریں وغیرہ میں لے چلو۔

دنیا میں خالقِ جنت کا حصول (۹ بجے صبح، جھیل کنارے ارشادات)

مچھلی ہر وقت پانی میں رہتی ہے، اس سے الگ نہیں ہوسکتی، اس کو پانی سے دوری میں موت نظر آتی ہے۔ اسی طرح یہ اللہ والے اللہ کی عظمت کے دریا کی گہرائیوں کی مچھلیاں ہیں، مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

یہ مچھلیاں ہیں مگر کہاں رہتی ہیں؟ گہرائی میں رہتی ہیں۔ کیا مطلب تھوڑے پانی میں نہیں رہتیں کہ ان کو سورج کی گرمی گرم کردے۔ اسی طرح اللہ والے اتنا زیادہ

اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ ان کے پاس یادِ الٰہی کا ایک دریا ہوتا ہے، تھوڑے پانی میں تو مچھلی کا شکار آسانی سے ہوجاتا ہے، بغیر جال کے ایسے ہی پکڑ لیتے ہیں، اس لئے اللہ کی یاد کی گہرائیوں میں رہو۔ اور فرمایا ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے، سانپ کو یہ مقام کہاں مل سکتا ہے کہ ہر وقت پانی میں رہے۔ جن کے اندر نفس کا زہریلا مادہ ہے اور نفس دشمن کے غلام ہیں، ان کا یہ مقام نہیں کہ ہر وقت باخدا رہیں، اس لئے خانقاہوں سے اپنے نفس کے سانپوں کے زہر کی تھیلی نکلواؤ۔ سانپ کے منہ میں زہر کی ایک تھیلی ہوتی ہے جسے نکال لیتے ہیں، پھر وہ سانپ کاٹتا نہیں ہے، تو اپنے نفس کے زہر کی تھیلی نکلوا لو یعنی اللہ والوں سے تزکیۂ نفس کرالو۔ پھر ہر وقت اللہ کے قرب میں رہو گے اور ایک سانس بھی اللہ سے غافل نہیں رہو گے اور جنت تو دور ہے، دنیا ہی میں خالقِ جنت کو پا جاؤ گے۔

قلب و نظر کی حفاظت کا ایک عجیب مراقبہ

اسی لئے کہتا ہوں کہ اگر ان گوروں کو دیکھو گے تو گور میں داخل ہوجاؤ گے، گور کے معنی قبر ہیں اور قبرستان کو گورستان بھی کہتے ہیں۔ تو گورستان کو کیا دیکھنا! بھئی! زندوں کو دیکھو یعنی اللہ والوں کو دیکھو، یہ زندہ لوگ ہیں، یہ نامحرم لوگ جن کو دیکھنا حرام ہے یہ گورستان ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ اے خدا! یہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کافروں کو ایمان دے دے، یہ کہو تا کہ ان سے نفرت بھی نہ ہو، ان کے کفر سے تو نفرت کرو مگر ان کے لئے ہدایت کی دعا کرو۔ تو اللہ سے جب رجوع ہوجاؤ گے تو ان سے خود ہی دل کٹ جائے گا اور تراحم کا حق بھی ادا ہوجائے گا۔ یہ دعا بھی پڑھ لو:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا))

(جامع الترمذی :(ایچ ایم سعید)، باب ما یقول اذا رأی مبتلی، ج ۲ ص ۱۸۱)

تو یہ مراقبہ بہت مفید ہے کہ یہ حسین حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی پیغمبر کی اولاد کو بری نظر سے دیکھنا کیسا ہے؟ تو اس مراقبہ سے دل میں ہیبت آئے گی کہ بھئی یہ نبی کی اولاد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور وہ پیغمبر تھے، تو پیغمبر کی بیٹیوں کو اور پیغمبر کی اولاد کو بری نظر سے دیکھنا! توبہ کرلو اور فوراً نظر ہٹالو کیونکہ اگر ان کو دیکھا تو پیغمبر کو بھی بھول جاؤ گے، اس لئے انہیں دیکھو ہی مت، نظر جھکا کر بات کرو۔

اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ ... الخ کی شرح (ناشتہ کے بعد ارشادات)

حدیث شریف میں مہمان کے پڑھنے کے لئے ایک دعا آئی ہے، جب وہ میزبان کے یہاں کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے:

((اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ۔ رواہ فی شرح السنۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح :(قدیمی)، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ص ۳۶۹)

یعنی نیک لوگ آپ کا کھانا کھائیں، فرشتے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں اور روزہ دار آپ کے دسترخوان پر افطار کرتے رہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس دعا میں دو نعمتیں ہیں یعنی اللہ آپ کو رزقِ ظاہری بھی خوب دے تاکہ دوسروں کو کھلا سکیں اور باطنی رزق بھی دے کیونکہ جب نیک بندے اس کے یہاں کھانے آئیں گے تو اس کو اہل اللہ کی صحبت نصیب ہوگی۔ تو اس دعا میں بطن اور باطن کی دو نعمتیں ہیں، نعمتِ بطن رزق کی برکت ہے اور نعمتِ باطن اہل اللہ کی صحبت ہے۔ اللہ تعالیٰ

تمہارے رزق میں برکت دیں گے جب تو کھلاؤ گے اور جب نیک بندے آئیں گے تو تمہارے باطن کو ان کی صحبت سے نور ملے گا۔ تو گویا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میزبان کو دو دعائیں دے دیں کہ تمہارا باطن انوارِ ابرار سے معمور ہو جائے اور تمہارے بطون ارزاقِ الٰہیہ سے معمور ہو جائیں۔

اسمِ پاک یَا مُقِیْتُ کے معنی

بمبئی میں صوفی عبدالرحمٰن صاحب قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، انہوں نے مجھ سے ناشتہ پر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے یَا مُقِیْتُ اس کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ ۹۹ نام بعض لوگ معمول بنائے ہوئے ہیں، میں نے کہا آج نہیں کل بتاؤں گا ان شاء اللہ، تو میں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ دیکھی، اس کی جلد نمبر ۵ میں اسمائے الٰہیہ کی شرح میں اس کے معنی مل گئے۔ دوسرے دن میں نے ان کو بتایا کہ یَا مُقِیْتُ کے معنی ہیں یَا خَالِقَ الْاَقْوَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ وَالْاَرْزَاقِ الْمَعْنَوِیَّۃِ یعنی اللہ جو خالق ہے ہمارے جسم کے مقویات اور طاقت کی غذاؤں کا۔ اقوات جمع ہے قُوت کی یعنی مَا یُقَوِّی الْاَبْدَانَ جس سے جسم کو طاقت آئے، اور جو روحانی رزق بھی دیتا ہے یعنی اپنی محبت و معرفت کے لئے ایسے اشخاص پیدا کرتا ہے جن کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا رزقِ روحانی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ کے ذریعہ تو رزقِ ظاہری دلواتے ہیں اور مشائخ سے، بزرگانِ دین سے اللہ تعالیٰ رزقِ باطنی دلواتے ہیں۔ (مرقاۃ: ج ۵ ص ۱۸۳)

کھانے کے بعد کی دعا میں وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ پر علمِ عظیم

اسی طرح کھانا کھانے کے بعد کی دعا ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج ۲ ص ۱۸۴)

اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا تو یہاں مُسۡلِمِیۡنَ کیوں آیا ہے؟ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ اسلام ایک ایسی نعمت ہے جس کا تسلسل کی وجہ سے ہر وقت احساس نہیں رہتا کیونکہ ہم مسلسل مسلمان ہیں لیکن جب بھوک لگتی ہے تو پیٹ کا احساس ہوتا ہے لہٰذا محسوس نعمت سے غیر محسوس نعمت کی طرف لگا دیا جس کی بھوک نہیں لگتی یعنی اسلام کا بھی شکریہ ادا کرو، جب تم بھوکے ہوتے ہو تو روٹی مانگتے ہو لہٰذا جب روٹی کی نعمت کا شکر ادا کرو تو اس کے ساتھ ہی اسلام کی نعمت کا بھی شکریہ ادا کرو۔ یہ تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اختر کو، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ادنیٰ غلام کو ایک عظیم علم مستزاد عطا فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿کُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ﴾

(سورۃ المرسلات: آیۃ ۴۶)

یعنی کافروں کے لئے فرمایا کہ تم مجرمانہ کھا رہے ہو، تھوڑے دن مجرمین کی طرح عیش کرلو، آخر میں دوزخ کا عذاب تیار ہے اور مسلمانوں کو جو دعا سکھائی، اس کے مطابق ہم مجرمانہ نہیں مسلمانانہ کھاتے ہیں، اس پر شکر کا حکم دیا کہ شکر کرو تم مجرمون نہیں ہو، تم حالتِ اسلام میں کھا رہے ہو۔ اختر کے اس علم پر یہ تعجب نہ کرو کہ ہم حکیم الامت سے بڑھ گئے، اصل میں سب کا مبدأ فیاض ایک ہی ہے، جس مبدأ فیاض سے حکیم الامت کو عطا ہوا اسی مبدأ فیاض سے ہمیں بھی اللہ نے کچھ عطا فرما دیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

صدیقین کی تین تعریفیں از علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے صدیقین کی تین تعریفیں فرمائی ہیں:

نمبر ۱۔ اَلَّذِیۡ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۳ ص ۹۸)

صدیقین اولیاء اللہ کا وہ اونچا طبقہ ہے جن کی زبان اور دل ایک ہوتا ہے یعنی ان کا قال اور حال ایک ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاھِرِہٖ

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۳ ص ۹۸)

جن کا باطن ظاہری ماحول سے متاثر نہیں ہوتا، وہ ہر جگہ غالب رہتے ہیں۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

صدیق کی نسبت مع اللہ اتنی قوی ہوتی ہے کہ تمام عالم میں کسی ظاہری جغرافیہ سے ان کی تاریخِ وفاداری تبدیل نہیں ہوتی یعنی وہ جفا کاری میں مبتلا نہیں ہوتے۔

نمبر ۳۔ اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَاْنُہٗ

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۳ ص ۹۸)

وہ دونوں جہان اللہ پر فدا کرتے ہیں، یہ جہان تو فدا کرتے ہی ہیں، جہانِ آخرت بھی فدا کرتے ہیں، اور جہانِ آخرت کیسے فدا کرتے ہیں؟ جملہ نیک اعمال میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور جنت کو درجۂ ثانوی میں رکھتے ہیں، یہ گویا آخرت کو اللہ پر فدا کردیا۔

آخرت فدا کرنے کا مطلب

ایک عالم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ہم دنیا تو اللہ تعالیٰ پر فدا کردیں مگر آخرت کیسے فدا کریں؟ کیا ہم جہنم میں چلے جائیں؟ میں نے کہا کہ نہیں بلکہ آخرت فدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرو، جنت کو ثانوی درجہ میں رکھو اور اللہ کی رضا کو اول رکھو۔ اس نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا کہ دلیل یہ حدیث ہے:

((وَمِنَ الْمَأْثُوْرِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ))

(ردالمحتار علی الدر المختار (حاشیة ابن عابدین): فصل فی الاحرام، ج ۲ ص ۴۸۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کی رضا کو پہلے مانگا جنت بعد میں مانگی تو اس سے معلوم ہوا کہ درجۂ اوّلی اللہ کی رضا کو رکھو، یہ کہو کہ یا اللہ! میرے نزدیک آپ کی رضا آپ کی جنت سے زیادہ افضل ہے، اسی طرح اے اللہ! آپ کی ناراضگی، آپ کا ناخوش ہونا جہنم سے زیادہ عذابِ الیم ہے، لہٰذا دوزخ کے ڈر سے گناہ نہیں چھوڑو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے چھوڑو، اس لئے یہاں بھی خوفِ خدا کو اول رکھو، دوزخ کو درجۂ ثانوی رکھو، ڈنڈے کے ڈر سے ابّا سے ڈرے تو کیا ڈرے، ابّا کی نعمتیں جو کھائی ہیں، انہوں نے جو پالا ہے۔ تو یہ اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ کے خوف سے گناہ چھوڑ دو کہ ہم آپ کو ناخوش نہیں کرنا چاہتے، اپنا دل توڑ دیں گے آپ کا قانون نہیں توڑیں گے، آپ ہمارے پالنے والے ہیں، یہ حقِ شرافت ہے، یہ اللہ کی محبت اور تربیت کا حق ہے۔

آپ سوچئے! کوئی بیٹا کہتا ہے کہ ہم ابّا کو ناراض نہیں کریں گے کیونکہ ابّا انڈے کھلاتے ہیں، مرنڈا پلاتے ہیں، یہ نعمت کی وجہ سے ہے۔ ایک کہتا ہے کہ ہم ابّا کو ناراض نہیں کریں گے، ان کے ڈنڈے سے ہم اتنا نہیں ڈرتے جتنا ان کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں۔ تو بتایئے! وہ شریف لڑکا ہے یا نہیں؟ ایک کہتا ہے کہ یہ کام نہ کرو ورنہ ابّا ڈنڈے لگائے گا اور ایک کہتا ہے کہ نہیں ماں باپ نے ہمیں پالا ہے، ہم ان کو ناخوش نہیں کرنا چاہتے، ہم سگریٹ نہیں پئیں گے، سینما نہیں دیکھیں گے تو کس کا درجہ زیادہ ہے؟ تو یَبْذُلُ الْكَوْنَيْنِ کی یہ شرح ہے۔

صدیقین کی چوتھی تعریف از حضرت والا دامت برکاتہم

تو یہ علامہ آلوسی محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صدیق کی تین تعریفیں تھیں،

صدیق کی چوتھی تعریف میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ اب جس مبدأ فیاض سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوا اسی مبدأ فیض سے اللہ تعالیٰ نے اختر کے قلب کو صدیق کی یہ تعریف بخشی ہے:

((اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْاَنْفَاسَ کُلَّھَا فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ وَ لَا یَشْتَغِلُ نَفَسًا وَّاحِدًا فِیْ مَعْصِیَۃِ اللہِ تَعَالٰی شَانُہٗ))

یہ میری عربی کی عبارت ہے کہ صدیقین اللہ کے عاشقوں کا وہ طبقہ ہے جو اپنی ہر سانس کو اللہ پر فدا کرتے ہیں، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت کی درآمد و استیراد اور امپورٹنگ نہیں کرتے، اختر کی رپورٹنگ سنو۔ بس اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور اولیائے صدیقین کے خط منتہا تک اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے احباب کو اور ان کے گھر والوں کو بھی پہنچا دے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَآ
اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دردبھری فریاد

مال و اولاد تری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل گور میں کوئی بھی ترا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

یہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت غضب کا، بہت پیارا، بڑی نصیحت کا شعر ہے۔ دیکھ لو! جوان بھی مر رہے ہیں، ہارٹ اٹیک ہو رہا ہے، بلڈ کینسر میں مبتلا ایک اٹھارہ سال کا جوان لندن کے ہسپتال میں داخل ہے، اس کی ہڈیوں کے گودے میں کینسر ہے، اس کے بھائی نے مجھے بتایا کہ نو لاکھ روپیہ خرچ کر چکا ہوں، ہر ماہ اس کی ہڈیوں کا گودا مشین سے نکال کر دوسرا گودا چڑھایا جاتا ہے، سوکھتا چلا جا رہا ہے۔ تبلیغی جماعت کے ایک امیر کو اختر نے حیدرآباد میں خود آنکھوں سے دیکھا، ان کے خون میں انفیکشن ہوگیا تو تمام خون نکالا گیا، پھر فلٹر کر کے دوبارہ چڑھایا گیا، آخرکار سوکھ کر چھ مہینہ میں ختم ہوگئے۔ جوانو! اللہ سے بے خوف نہ ہو، موت کو یاد کرو۔ میرا ایک ساتھی، بیس سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا جب میں الٰہ آباد میں پڑھ رہا تھا، شیروانی پہنے بیس سال کا بہت عمدہ جوان، جب جون کی چھٹیوں سے میں اپنے گھر سے آیا تو اس کا دروازہ بجایا، ہم دونوں ساتھ کالج جاتے تھے، اس کی اماں نے کہا جاؤ! قبرستان میں اپنے دوست سے ملو، اب اس کو ملنے گھر نہ آنا۔ زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع اور نا معلوم المیعاد ہے۔ ہوش میں آجاؤ میرے دوستو! جوان ہو یا بوڑھا ہو، اپنے حال پر رحم کرلو۔ اختر تمہارے لئے مر رہا ہے، واللہ! مجھے آج بہت ضعف تھا لیکن آپ کے اوپر اپنی جان کو فدا کر رہا ہوں۔ کیا آپ ہمیں کچھ معاوضہ دیتے ہیں؟ یہ جتنا مجمع بیٹھا ہے ان سے پوچھو کہ یہ کتنی فیس مجھے دیتے ہیں؟ اللہ کے لئے تمہارے اوپر مر رہا ہوں۔ خدا کے لئے اختر کی بات کو سن لو، آپ کے فائدے کے لئے کہتا ہوں، ہوش میں آجاؤ، اللہ والے بن جاؤ ورنہ قبر میں پچھتاؤ گے، پھر نہ کہنا خبر نہ ہوئی۔

(از مواعظ اختر نمبر ۳۶ ”پردہ۔ عورت کی عزت کا ضامن“ سے اقتباس)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com